رسالہ ''شاہکار'' کا سرسری جائزہ (مضمون نگاری کے حوالے سے)

ڈاکٹر صفیہ مشتاق، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور

Abstract

19th century journals are the fundamental mean of information enhancement. This article analyzes the Journal "Shahkar" with respect to essay writing, which was first published in April 1935 from Lahore under supervision of Molana Tajur Najeeb Abadi.

انیسویں صدی میں رسائل کا آغاز معلومات کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ بنا۔ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے ذریعے سرسید احمد خاں نے جدید موضوعات اور جدید صنف (مضمون نگاری) کو بہتر طریق سے قارئین ادب تک پہنچایا۔ یوں مضمون نگاری کی روایت ڈالی اور اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے سر عبد القادر نے رسالہ ''مخزن'' کا اپریل ۱۹۰۱ء میں اجراء کیا۔ رسائل کے جگمگاتے چراغوں میں ''شاہکار'' کا چراغ بھی اپنی آب وتاب سے دُنیائے ادب کو روشن کرنے لگا۔

رسالہ شاہکار مولانا تاجور نجیب آبادی نے اپریل ۱۹۳۵ء میں لاہور سے شائع کیا۔ تاجور اس کے مُدیر تھے اور ن۔م۔ راشد جائینٹ مُدیر تھے۔ ایم ہادی حسن اختر پرنٹر و پبلشر نے محمدی پریس پیسہ اخبار اسٹریٹ لاہور میں چھپوا کر دفتر شاہکار مزنگ لاہور سے شائع کیا۔ رسالے کا چندہ سالانہ چھ روپے اور قیمت فی پرچہ آٹھ آنے تھی۔ یہ ایک علمی، تعلیمی، فنی اور ادبی رسالہ تھا۔ ''شاہکار'' کی معیاری تحریروں نے شوقینِ علم و ادب کی تشنگی علم و ادب کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس دور کے نامور ادباء وشعراء نے رسالہ شاہکار میں اپنا حصہ ڈالا۔

مرزا محمد سعید دہلوی، پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، ن۔م۔ راشد، حسن برنی سمیت تقریباً تینتیس (۳۳) ادباء وشعراء نے شاہکار کے پہلے پرچے کو اپنی نگارشات سے سجایا۔ شذرات میں مولانا تاجور لکھتے ہیں:

> ''شاہکار کے اعلانِ اشاعت کے شائع ہوتے ہی ملک کے عالی مرتبت اہلِ قلم نے اپنی زریں مصروفیتوں سے دستکش ہو کر جس التفاتِ بیکراں کا اظہار فرمایا اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ عملہ ادارہ کے بعض ضروری مضامین جو مستقل عنوانات کے تحت تیار کیے گئے تھے۔ ان اربابِ کرم کے عطا کردہ مضامین کے سبب روک لیے گئے۔''[۱]

شاہکار کے ذریعے مولانا تاجور نے علمی میعار کی پستی کو دُور کرنے کی جو کوشش کیں اُن کو اگر سراہا نہ جائے تو یہ شاہکار کے ساتھ انصاف نہ ہوگا۔ رسالہ شاہکار ادبی رسالہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی رسالہ بھی تھا اور نوجوان جو مغربی

تہذیب کے اثرت میں گم ہو کر گمراہ ہو سکتے تھے اُن کے لیے تاجور نے شاہکار کو علمی رسالہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ شذرات میں تاجور لکھتے ہیں:

''''رسالہ شاہکار''فنِ ادب کی تعلیم کے لیے جاری کیا جا رہا ہے۔اس لیے وہ ادبی ہونے سے زیادہ ایک تعلیمی رسالہ ہے۔''۲

شاہکار اوّل دن سے ہی معیاری رسالہ تھا۔مولینا تاجور نجیب آبادی کا مزاج اور ذوق غیر معیاری افکار کے ساتھ ساتھ غیرضروری مواد سے مکدر ہو جاتا تھا اسی لیے ان کی ادبی و علمی شخصیت کا خود ہی رسالے کے پہلے شمارے میں اپنی بصیرت افروز شرائط کا یوں تذکرہ کیا ہے:

''میں نے منیجر سے کہہ دیا ہے کہ کوئی گندہ اشتہار شاہکار میں شائع ہوا تو میرے لیے سوہانِ روح ہو گا۔ مجھے اُمید ہے کہ منشیات، عمل، جوتش، رمل، جفر، گنڈے تعویز کے متعلق ...... اشتہارات شاہکار میں کبھی شائع نہ ہوں گے۔''۳

جہاں تک ادبی مضامین کا تعلق ہے اُردو ادب کو کھنگال کر تاجور نے اپنے نتیجۂ فکر کے ذریعے رسالہ ''شاہکار'' کو عمدہ فن پاروں سے سجایا۔

پنڈت مہیش پرشاد کا تحقیقی مضمون ''بہادر شاہ ظفر اور غالب'' تاجور کا تنقیدی موزانہ ''حریفاں بزمِ ادب (میر و سودا) پروفیسر سید محمد حسین کا مضمون ثاقب بحیثیت غزل گو، پروفیسر اعجاز الہ آباد کا تحقیقی مضمون جدید اُردو شاعری کی خصوصیات، مسعود حسن رضوی ادیب کا میر شیر علی افسوس پر تحقیقی مضمون ''دیوان افسوس'' و دیگر مضامین نے ''شاہکار'' کو وہ مقبولیت عطا کی جس نے شاہکار کو اپنے دور کے بہترین رسالوں میں شامل کر دیا۔''دیوانِ افسوس'' کا یہ پیرہ ملاحظہ ہو:

''اس وقت دیوانِ افسوس کا ایک پرانا قلمی نسخہ میرے پیش نظر ہے۔ اس کے پہلے اور آخری مضمون پر شاہانِ اودھ کے کتب خانے کی تین تین مہریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ مہریں سلیمان جاہ نصیرالدین حیدر، امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے عہدِ حکومت کی ہیں ...... یہ مہریں بتاتی ہیں کہ یہ کتاب نصیرالدین حیدر بادشاہ کے زمانے سے واجد علی شاہ کے عہد تک اودھ کے شاہی کُتب خانے میں رہی۔ دیوانِ افسوس کا یہ نسخہ اپنی حد کے اندر مکمل ہے مگر کسی قدر کرم خوردہ ہے۔''۴

شاہکار کے پہلے پرچے کی اشاعت نے ہر طرف سے تاجور کو دادِ تحسین سے نوازا۔مئی ۱۹۳۵ء میں ارکانِ حکومت، اخبارات و رسائل، مثلاً روزنامہ احسان، روزنامہ ملاپ، روزنامہ سیاست، پیغامِ سرحد ہری پور ہزارہ، اہلِ قلم و اہلِ علم۔ مثلاً پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، سید حسن برنی، مولینا عشرت رحمانی، مولینا تمکین کاظمی کی معتبر و محترم آراء نے ''شاہکار'' کا پُر جوش استقبال کیا۔

ڈاکٹر سید محی الدین زور شاہکار کی یوں تعریف و توصیف کرتے ہیں:

''شاہکار کی کامیابی پر میری طرف سے پُر خلوص مبارکباد قبول فرمائیں ...... خاصکر تحقیقی اور تنقیدی مقالات و مضامین کی وجہ سے اُردو کے سنجیدہ اور علمی رسائل میں اس کو خاص اہمیت ہو چکی ہے۔''۵

مولانا تاجور نجیب آبادی نے سیاسی بحث و مباحثہ سے اپنے رسالے میں گریز کیا۔ اُردو زبان کی ترقی و توسیع کے لیے ''بزم تحقیق'' سجائی۔ بزمِ تحقیق شاہکار کا اُچھوتا موضوع ہے جس کے پہلے مضمون نے ہی شاہکار کی اہمیت کو دو چند کر دیا۔ ''بزمِ تحقیق''، جو شاہکار کا مستقل موضوع تھا اس میں اُردو ادب کے موضوعات پر ادب کی مقتدر شخصیات کی آراء شامل کی جاتی تھیں۔ پنڈت برجموہن دتا تریہ کیفی لکھتے ہیں:

> ''بزمِ تحقیق شاہکار کی ایک مستقل سرخی ہے۔ اس سرخی کے ذیل میں اُردو ادب کے بحث طلب مسائل پر اہلِ الرائے اظہارِ خیالات فرمایا کرینگے۔''[۶]

تاریخ جہاں ماضی کے جھروکے میں جھانکنے پر مجبور کرتی ہے وہاں حال کو سنوارنے پر کمر بستہ بھی کرتی ہے اور مستقبل کو روشن کرنے کا درس عطا کرتی ہے۔ شاہکار کے تاریخی مضامین میں تاریخ مسکراتی، بولتی اور انصاف کے پرت کھولتی نظر آتی ہے یہ مضامین تاریخی دستاویزیں ہیں یوں قوموں کی تاریخ سے شاہکار نے متعارف کرایا ہے۔

''مشاہیر عالم'' میں نامور شخصیات پر کماحقۂ روشنی ڈالی گئی اور ''اصطلاحات'' کے عنوان سے تاجور نے ایک اور مستقبل موضوع کا آغاز کیا جس کے ذریعے مختلف ادبی، معاشرتی و دیگر موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

شاہکار میں لسانی مضامین بھی اپنی بہار دیکھاتے ہیں۔ جون ۱۹۳۵ء سے تاجور نے تاریخِ زبانِ اُردو کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کیا جو ایف۔اے، بی۔اے کے طلبہ کے امتحانات کے لیے لکھے گئے۔ اس سلسلے کا پہلا مضمون زبان کے متعلق مختلف نظریات پر مشتمل ہے۔ ''زبان کیا ہے''۔ لسانیات پر جو تحقیق ہمارے سامنے آتی ہے وہ نہ صرف معلومات فراہم کرتی ہے بلکہ زبان کی ابتداء، ارتقا، تغیر و تبدل پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔ سید محی الدین قادری زور کا مضمون ''اُردو کے آغاز و مآخذ'' کے متعلق بعض اہم غلط فہمیاں میں محققانہ بحث کی گئی ہے اور مشوروں سے بھی نوازا گیا ہے۔

> ''علوم و فنون میں آئے دن نئی تحقیقات اور جدید انکشافات ہوتے رہتے ہیں اور خاص کر فنِ لسان میں تو اس کا بہت زیادہ امکان ہے کیونکہ جیسے جیسے زبانوں اور کتابوں کے نمونے طبع ہو کر منظرِ عام پر آتے جائینگے۔ عہد ماضی، لسانی تغیرات اور صوتی خصوصیات بھی بے نقاب ہونگے اور ان پر غور و خوص تحقیق و تفتیش کرنے اور تقابلی مطالع کے بعد السنہ و لسانیات کی باضابطہ تعلیم و تربیت پائے ہوئے اصحاب جو رائے اور نتیجے قائم کریں گے ظاہر ہے کہ قدیم مُصنفین و مولفین کے سرسری اور ضمنی بیانات سے بہت زیادہ مستند ہونگے۔''[۷]

ن۔م۔ راشد کے اداریے اپنے اندر تنقیدی بصیرت رکھنے کے ساتھ ساتھ ن۔م۔ راشد کی فکری و تنقیدی اُپچ کے عکاس بھی ہیں۔ مرزا محمد سعید کا طویل مقالہ مذہب اور باطنیت مدلل، ٹھوس مقالہ ہے اور شاہکار میں قسط وار شائع ہوا ہے جس کے حوالے سے تاجور لکھتے ہیں:

> ''اس پرچے میں دو نہایت بلند پایہ علمی مضامین مذہب اور باطنیت اور تغلق نامہ جا رہے ہیں۔ اوّل الذکر اپنے اُچھوتے اور عالمانہ خیالات کے لیے اور موخر الذکر تحقیق و تفحص کے نقطۂ نظر سے قابل فخر ہے۔''[۸]

یار رہے کہ ''تغلق نامہ'' تحقیقی مضمون مولینا سید مقبول احمد صمدانی صاحب نے شاہکار کے اجراء کے موقع پر تحریر کیا

تھا۔ شاہکار کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

''شاہکار آزادی سے پہلے کے دور میں ایک فعال اور موثر پرچہ نظر آتا ہے ...... آزادی کے بعد شاہکار کے انتظامی اُمور چودھری فضل حق نے حاصل کر لیے اور اس کی ادارت کے فرائض محمد آصف نے سرانجام دیئے۔''۹

شاہکار کے سننے لکھنے والوں میں عبادت بریلوی، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ سمیت کئی ادباء وشعراء شامل تھے۔

''اُردو پیروڈی'' پر عاشق محمد کا مضمون پیروڈی کی بھرپور وضاحت کرتا ہے اور قارئین کو علمی متانت سے متعارف بھی کراتا ہے۔ یہ ایک تحقیقی مضمون ہے یہ تحقیقی پیرہ ملاحظہ ہو:

''حقیقی طور پر پیروڈی کا آغاز انیسویں صدی عیسویں کے ثلثِ ثانی میں ہوا۔ ۱۸۳۶ء میں ہندوستانیوں کو اخبار جاری کرنے کی اجازت ملی۔ اس وقت ہندوستانی انگریزی اخباروں سے واقف ہو چکے تھے۔ ۱۸۴۱ء میں انگلستان کا مشہور عالم مزاحیہ اخبار پنچ معرضِ وجود میں آیا۔ اس کی دیکھا دیکھی ہندوستان میں کئی اخبار جاری ہوئے ...... ان کے نام ہی اس پر شاہد ہیں مثلاً انڈین پنچ، اودھ پنچ، دہلی پنچ وغیرہ ان اخباروں میں سیاسی معاشرتی اور ادبی مقالے شائع ہوتے تھے۔''۱۰

اگست ۱۹۴۷ء کا پرچہ نہایت اہم ہے اور وجودِ پاکستان کی نوید سُنا رہا ہے محمد آصف اُردو زبان کی حمایت وحفاظت کرتے ہوئے اداریہ میں بہ عنوان تقسیم ہندوستان اور زبانِ اُردو میں لکھتے ہیں:

''اگست ۱۹۴۷ء میں دو آزاد مقتدر ریاستیں انڈین یونین اور پاکستان کے نام سے معرضِ وجود میں آ جائیں گی ...... پاکستان کی سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم یقیناً اُردو ہوگی کیونکہ پاکستان کے صوبوں میں کوئی دوسری زبان ایسی نہیں جو اس ضرورت کو پورا کر سکے اس لیے پاکستان میں اُردو کو یقیناً فروغ ہوگا''۱۱

شاہکار نے آزادی کے بعد بھی تعریف وتوصیف کی روایت کو برقرار رکھا اور اگست ۱۹۴۷ء میں شاہکار کے بہار نمبر پر تبصروں کی اشاعت سے قارئینِ شاہکار کے حوصلوں کو بڑھایا بھی اور شاہکار میں لکھنے والوں کی قدردانی کا اعتراف بھی کیا۔ برق صہبائی، تیج دہلی، نسوانی دُنیا لاہور، نیاز کیش م۔م۔ راجندر کے حوصلہ افزاء تبصروں سے شاہکار کا آغاز کیا۔

اگست ۱۹۴۷ء میں پروفیسر عباسی کا حسرت موہانی کی کتاب ''نکاتِ سخن'' پر تنقیدی مقالہ سامنے آتا ہے جبکہ م۔ص کا معاشی مقالہ ''روسو اور نظامِ جدید'' ایک علمی مقالہ ہے۔ مارچ ۱۹۵۰ء میں ترقی پسند تحریک پر مثبت تنقید کرتے ہوئے اداریہ ''فکر و نظر'' میں محمد آصف لکھتے ہیں:

''حقیقی ترقی پسندی یہی ہے کہ ہم اپنی اجتماعی انفرادیت اور ثقافتی روایات کو قائم رکھیں اور بین الاقوامی ادب کے صحت ور عناصر کو بھی ہضم کر کے اپنے ادبی مزاج کا جزو بنائیں ...... ایک صالح ادیب انسانیت کی کوکھ سے پیدا ہوتا ہے وہ کئی نسلوں کے بلند جذبات اور اعلیٰ احساسات کا حامل ہوتا ہے۔ یہ احساسات ہی صفحہ قرطاس پر سرمدی نقوش بن کر اُبھرتے ہیں ...... اپنی اس داخلی ساخت سے بے نیاز ہو کر نہ وہ سوچ سکتا ہے اور نہ محسوس کر سکتا ہے۔''۱۲

جون ۱۹۵۰ء میں سید امتیاز علی تاج کا تنقیدی مضمون اُردو کا ڈرامائی ادب تجسس سے بھرپور مضمون ہے جبکہ عبادت بریلوی کا اُردو ادب کی ترقی پسند تحریک (ایک تنقیدی جائزہ) بھی اہم موضوع پر مضمون ہے۔لیکن سب سے دلچسپ چودھری محمد اکبر کے خط پر محمد آصف کا یہ تبصرہ بہت ہے اور خط کے شگفتہ لہجہ کی تائید بھی کرتا ہے۔

> ''چودھری صاحب شروع سے اس طرف توجہ فرماتے تو آج یقیناً چوٹی کے انشا پردازوں میں ان کا شمار ہوتا۔''۱۳؎

قارئین ادب اس خط کے ایک پیہرہ گراف سے زبان کی شائستگی کا مزہ لینے میں کیا حرج ہے۔

> ''ملازمت ختم کرنے پر جب حساب کیا کہ کیا لیا اور کیا دیا تو یوں معلوم ہوا کہ برابر ہی رہے لیا اتنا کہ دینے میں کمی نہ رہے اور دیا اتنا کہ اثاثہ نہ رہے۔جس طرح خالی ہاتھ گئے اسی طرح دامن جھاڑ کر بلکہ یوں نچوڑ کر کہ حصول وصول کا ایک قطرہ بھی تر دامنی کی غمازی نہ کر سکے واپس غریب خانہ پر پہنچ گئے۔''۱۴؎

آنے والا دور شاہکار کے لیے سازگار فضا مہیا نہ کر سکا اور ڈاکٹر انور سدید پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتداء تا ۱۹۸۸ء) میں لکھتے ہیں:

> ''شاہکار کا یہ دور کچھ زیادہ روشن نہیں اس کا عملہ ادارت معمولی وقفوں کے بعد تبدیل ہوتا رہا۔ساحر لدھیانوی، رام پرکاش اشک اور شورش کاشمیری نے اس کے چند پرچے مرتب کیے۔شاہکار کی آخری معقول پیش کش سالنامہ کی صورت میں ۱۹۵۶ء میں پیش ہوئی۔اس کے بعد چودھری فضل حق نے اِسے ایک فلمی پرچے کی صورت دے دی اور شاہکار کا روشن دور ختم ہو گیا۔''۱۵؎

مولانا تاجور نجیب آبادی ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔زبان وادب پر اُنھیں عبور تھا۔علمی، ادبی، تعلیمی وفنی اصولوں پر ''شاہکار'' کا اجراء کر کے حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کیا۔قدیم و جدید روایت کو برقرار رکھا۔نوجوان نسل کو مغربی تہذیب کے مضر اثرات سے دور رکھنے کے لیے''شاہکار'' کو موثر ذریعۂ تعلیم بنایا۔کئی ادباء وشعراء کو اپنے رسالے میں متعارف کرا کے اُنھیں ناموری عطا کی۔اُردو زبان کی صحت کا بھی خیال رکھا۔''شاہکار'' اپنے اندر نہ صرف دم خم رکھتا ہے بلکہ اپنے دور کے بہترین رسائل میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

حواشی:

۱۔　تاجور نجیب، آبادی، مولینا، شذرات شاہکار، جلد ا، نمبر ا، اپریل ۱۹۳۵ء، ص: ۶

۲۔　ایضاً، ص: ۷

۳۔　ایضاً

۴۔　مسعود حسن، رضوی، ادیب، دیوانِ افسوس، شاہکار، سالنامہ، جلد ندارد، نمبر ندارد، ۱۹۳۶ء، ص: ۱۲۸

۵۔　محی الدین، زور، قادری، سید، ڈاکٹر، شاہکار کے متعلق عمائد ملک کی چند رائیں، شاہکار، جلد ۳، نمبر ۴، فروری ۱۹۳۶ء، ص: د

۶۔ برجموہن، دتاتریہ کیفی، پنڈت، دہلوی، بزمِ تحقیق، شاہکار، جلد ا، نمبر ا، اپریل ۱۹۳۵ء، ص: ۱۵

۷۔ محی الدین، زور، قادری، سید، ڈاکٹر، اُردو کے آغاز و مآخذ کے متعلق بعض اہم غلط فہمیاں، شاہکار، جلد ۳، نمبر ۶، فروری ۱۹۳۴ء، ص: ۴۳

۸۔ تاجور نجیب، آبادی، مولینا، شذرات شاہکار، جلد ا، نمبر ا، اپریل ۱۹۳۵ء، ص: ۷

۹۔ انور سدید، ڈاکٹر، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتدا تا ۱۹۸۸ء)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان، اشاعت اوّل، جنوری ۱۹۹۲ء، ص: ۱۱۱

۱۰۔ عاشق محمد، اُردو پیروڈی، شاہکار، جلد ۱۹، نمبر ا، جنوری ۱۹۴۵ء، ص: ۲۱

۱۱۔ محمد آصف، اداریہ، تقسیم ہندوستان اور زبانِ اُردو، شاہکار، جلد ۲۱، نمبر ۸، اگست ۱۹۴۷ء، ص: ۶

۱۲۔ محمد آصف، فکر ونظر، شاہکار، جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۳، مارچ ۱۹۵۰ء، ص: ۴

۱۳۔ محمد آصف، ایک پولیس آفیسر کے مکتوبات، شاہکار، جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۵، جون ۱۹۵۰ء، ص: ۶

۱۴۔ محمد اکبر، چودھری، ایک پولیس آفیسر کے مکتوبات، شاہکار، جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۵، جون ۱۹۵۰ء، ص: ۶

۱۵۔ انور سدید، ڈاکٹر، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتدا تا ۱۹۸۸ء)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان، اشاعت اوّل، جنوری ۱۹۹۲ء، ص: ۱۱۱